www.roznamasahara.com / email : sundayumang009@gmail.com

روزنامہ راشٹریہ سہارا

حیدرآباد۔ 10 / اکتوبر، 2021ء اتوار

امنگ

باپ جیسی بیٹی!

ریٹا مارٹنی سینٹرل جنیوا میں ملی تھی

(افسانہ)

> بدلتے حالات کے مدنظر پاکستان میں انور مقصود، معین اختر، عمر شریف جیسے کچھ ایسے لوگ ابھرے جنھوں نے ہنستے ہنساتے تلخ حقائق پیش کیے اور ہلکے پھلکے انداز میں قول و عمل کے تضاد سے لوگوں کو واقف کرایا۔ معین اختر کو انور مقصود کا ساتھ حاصل تھا مگر عمر شریف نے اپنی راہ خود بنائی۔

الگ قسم کے کامیڈین تھے

عمر شریف

ایک وقت تھا جب فلموں میں کامیڈی کے لیے کامیڈین لیے جاتے تھے۔ اس وقت کامیڈین کی مانگ کسی ہیرو کی طرح ہی ہوا کرتی تھی۔ جانی واکر، محمود، جگدیپ، اسرانی اور جانی لیور کے علاوہ بھی کئی ایسے کامیڈین آئے جنہوں نے پرستاروں پر اپنی ایک چھاپ چھوڑی۔ پریم ناتھ نے مختلف طرح کے کردار ادا کیے مگر انہیں کامیڈی کرداروں کی وجہ سے بھی جانا جاتا ہے۔ بعد میں ہیرو ہی کامیڈی کرنے لگے تو کامیڈین کے لیے فلموں میں گنجائش کم ہونے لگی۔ بالی ووڈ میں جانی واکر اور پریم ناتھ جیسے کامیڈین آج اسی لیے نظر نہیں آتے۔ ادھر تقسیم کے بعد پاکستان میں فلم انڈسٹری اسی طرح پھولتی پھلتی نہ رہی جیسے تقسیم سے پہلے پھول پھل رہی تھی۔ پاکستان کی 74 سال کی تاریخ میں ایک دور جنرل ضیاء الحق کا بھی آیا جب اقتدار پر زبردستی قابض ہو جانے میں تو انہیں گناہ کی کوئی بات نظر نہ آئی، البتہ باقی چیزوں میں ان کے لیے بظاہر گناہ و ثواب کی بڑی اہمیت تھی۔ بدلتے حالات کے مدنظر پاکستان میں انور مقصود، معین اختر، عمر شریف جیسے کچھ ایسے لوگ ابھرے جنہوں نے ہنستے ہنساتے تلخ حقائق پیش کیے اور ہلکے پھلکے انداز میں قول وعمل کے تضاد سے لوگوں کو واقف کرایا۔ انور مقصود بنیادی طور پر مزاح نگار ہیں مگر ان کے مزاح میں چبھتا ہوا طنز بھی ہوتا ہے۔ وہ ٹیلی ویژن پرزنٹر بھی رہے ہیں۔ اے آر وائی ڈیجیٹل پر کامیڈی شو 'لوز ٹاک' وہ معین اختر کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے۔ اس پروگرام کی ابتدا 'بی بی سی' کے پروگرام 'ہارڈ ٹاک' سے متاثر ہو کر 2005 میں کی گئی تھی۔ 15 سے 20 منٹ کے اس پروگرام نے بڑی شہرت حاصل کی اور اس پروگرام کی وجہ سے بھی معین اختر اپنی شہرت کے دائرے کو وسعت دے سکے مگر عمر شریف کو کسی انور مقصود کا ساتھ حاصل نہیں تھا۔ اپنی راہ وہ خود ہی بناتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ معین اختر کے گزر جانے کے بعد پاکستان میں کامیڈی کے وہی کنگ تھے مگر انہوں نے معین اختر کو ہمیشہ ہی سینئر مانا۔ دونوں کی عمر میں 10 برس کا فرق تھا۔ معین اختر 24 دسمبر، 1950 کو کراچی میں پیدا ہوئے تھے، عمر شریف بھی کراچی میں ہی 19 اپریل، 1960 کو پیدا ہوئے تھے۔ عمر بھی دونوں نے تقریباً ایک سی پائی۔ معین اختر کا انتقال 60 برس کی عمر میں 22 اپریل، 2011 کو کراچی میں ہوا جبکہ عمر شریف کا انتقال 61 سال کی عمر میں 2 اکتوبر، 2021 کو جرمنی کے شہر نورنبرگ میں ہوا۔

عمر شریف کا اصل نام محمد عمر تھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ انہوں نے عمر شریف نام اسٹیج پر 'شرافت' دکھا کر ہنسانے کے لیے رکھا تھا، البتہ یہ کہنے میں تامل نہیں کہ وہ شریف کی طرح جو بات کہہ جاتے تھے، لوگ ان پر پہلے تو ہنستے، پھر سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ یار! اس نے بات کیا کہی۔ 'یار' لفظ باہم فری ہونے پر ہی لوگ استعمال کرتے ہیں، ہر محفل میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔ عمر اس حقیقت سے واقف تھے کہ مہذب لوگ کیسی زبان استعمال کرتے ہیں، ادبی زبان کیا ہے اور بول چال میں لوگ کون سی زبان استعمال کرتے ہیں۔ عمر کا تعلق کراچی کے رہائشی اور تجارتی علاقے لیاقت آباد کی اردو بولنے والی فیملی سے تھا مگر وہ جانتے تھے کہ اردو ان کے گھر میں بولی جاتی ہے، تجارت کی زبان کچھ اور ہے۔ وہ وہی زبان استعمال کرنا چاہتے تھے، وہ ان ہی لفظوں اور جملوں کا استعمال کرنا چاہتے تھے جو لوگوں کے اصل تجربات ومشاہدات کی ترجمانی کرتے ہیں، جو لوگوں کے اندر کے انسان کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ عمر شریف نے متعدد اسٹیج پروگرام پیش کیے، ٹیلی ویژن شوز کیے مگر ان کی شناخت 'بکرا قسطوں پر' کی وجہ سے ہے۔ یہ ایک سپر ہٹ ڈرامہ تھا، آج بھی اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی ہے مگر یہ ہٹ کیوں ہوا، اس سوال کا جواب کم دلچسپ نہیں ہے۔ عمر شریف نے ایک پروگرام میں خود بتایا تھا کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر بکرے کافی مہنگے بک رہے تھے۔ کئی لوگوں کی قوت خرید سے وہ باہر تھے، اس لیے بکرا بیچنے والے قسطوں پہ بکرا بیچنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ یہ بات انہیں کچھ عجیب سی لگی اور اس طرح ڈرامہ 'بکرا قسطوں پر' تیار ہوا۔ یہ ڈرامہ ہٹ ہوا اور راتوں رات عمر شریف بھی ہٹ ہو گئے۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ عمر شریف کا 'اُدے' صحیح معنوں میں 1989 میں ہوا، کیونکہ اسی سال پہلی بار 'بکرا قسطوں پر' پارٹ-1 پیش کیا گیا تھا۔ اس کے بعد تو اس ڈرامے کے ایک کے بعد ایک نئے پارٹ آتے رہے، عمر شریف کی شہرت میں چار چاند لگاتے رہے، ان کی شہرت کا دائرہ بڑھاتے رہے۔

عمر شریف نے 'بکرا قسطوں پر' کے 5 پارٹ تک کیے۔ اس کے بعد غالباً وہ اسے کر کر کے تھک گئے مگر لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر نہیں تھکے۔ ان کے دیگر مشہور ڈراموں میں 'بڈھا گھر پہ ہے' سرفہرست ہے۔ مقبولیت کے لحاظ سے ان دونوں کے بعد 'ہم سب ایک ہیں'، 'دلیس سرعید، نوسرعید'، 'ہم سا ہو تو سامنے آئے' آتے ہیں مگر ایسا نہیں کہ عمر شریف کے باقی ڈرامے زیادہ مقبول نہیں ہوئے۔ 'قلی 420'، 'فلائٹ 420'، 'گول مال'، 'ڈاکٹر اور قصائی'، 'عید عاشقوں کی'، 'پولیس ہو تو ایسی'، 'ولیمہ تیار ہے'، 'فلمی پریاں' اور ان کے علاوہ بھی دیگر کئی اور ڈرامے مشہور ہوئے۔ شریف نے ایک سے زیادہ فلموں میں بھی کام کیا۔ ان فلموں میں 'حساب'، 'کندن'، 'مسٹر 420'، 'خاندان'، 'لاٹ صاحب' شامل ہیں۔ شریف نے 'جیو ٹی وی' کے ایک ٹاک شو 'دی شریف شو مبارک ہو' کی میزبانی کی تھی۔ اس شو کی ابتدا 1989 میں ہوئی تھی۔ عمر شریف کے ڈراموں کو دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ 'بکرا قسطوں پر' سے انہوں نے ناظرین کی جو نبض ایک بار پکڑی، اسے ہمیشہ تھام کے رکھا۔ جگہ کوئی بھی رہی، اسٹیج کوئی بھی رہا مگر عمر شریف نے اپنا انداز وہی رکھا، لفظوں کا انتخاب وہی رکھا جو 'بکرا قسطوں پر' میں نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں 2004 کے 'زی سنے ایوارڈس' میں ہندوستان کے مقبول اداکار شیکھر سمن کے ساتھ ان کے شو کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ اس وقت عمر شریف نے یہ خیال نہیں کیا تھا کہ وہ کن شخصیتوں کے سامنے پروگرام پیش کر رہے ہیں، وہ اسی انداز میں نظر آئے تھے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔

کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ اسٹیج کی ابتدا شریف نے صرف 14 سال کی عمر میں 1974 میں کی تھی یعنی 'بکرا قسطوں پر' تک وہ اسٹیج پر 15 برس گزار چکے تھے اور فن ڈرامہ نگاری کی باریکیوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے، یہ سمجھ چکے تھے کہ اسٹیج پر پروگرام کیسے پیش کیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے کہ ان کا اصل نام عمر شریف نہ تھا، یہ بعد میں انہوں نے رکھا تھا۔ اس سلسلے میں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ انہوں نے پہلے عمر کے ساتھ ظریف جوڑا تھا، بعد میں شریف جوڑا۔ مطلب یہ کہ عمر شریف پہلے عمر ظریف تھے مگر آج دنیا انہیں عمر شریف نام سے ہی جانتی ہے۔ ان کی مقبولیت سرحدوں میں سمٹی ہوئی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ نوجوت سنگھ سدھو اور شیکھر سمن نے اپنے مشہور اسٹینڈ-اَپ کامیڈی شو 'دی گریٹ انڈین لافٹر چیلنج' میں عمر شریف کو گیسٹ جج بنایا تھا۔

عمر شریف کے انتقال کا غم پاکستان کے لوگوں کو ہوا تو ایسا نہیں ہے کہ ہندوستان کے لوگ غم کا اظہار کرنے میں پیچھے تھے۔ انوپم کھیر، جانی لیور، جاوید جعفری، دلیر مہندی، علی اصغر وغیرہ نے عمر شریف کے انتقال پر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اس دور کے مشہور ہندوستانی اسٹینڈ-اَپ کامیڈین کپل شرما نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا، 'گڈ بائی لیجنڈ'۔ اپنے خاص انداز کی وجہ سے چار دہائی تک دلوں پر راج کرنے والے عمر شریف کے لیے 'دی ٹائمز آف انڈیا' نے بجا طور پر لکھا ہے کہ انہوں نے پاکستانیوں کے ساتھ ہندوستانیوں کو بھی ہنسایا مگر وہ نہیں رہے، البتہ ان کے ڈرامے موجود ہیں اور وہ یہ احساس دلاتے رہیں گے کہ دنیا کے اس اسٹیج پر سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہے اور چلے جانا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ عمر شریف جیسے لوگوں کی ملک عدم روانگی بہتوں کو غم زدہ کر دیتی ہے! ■

> بائی پولر ڈِس آرڈر کا خطرہ 70 سے 90 فیصد معاملوں میں جینیاتی طور پر ہوتا ھے۔ غلط ماحول میں رھنے کی وجہ سے بھی اس میں مبتلا ھونے کا خدشہ رھتا ھے۔ بچپن میں استحصال ھونے اور تناؤ کے ماحول میں مسلسل رھنے سے بائی پولر ڈِس آرڈر میں مبتلا ھونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ھے۔ اس کا پتہ کرنے کی صحیح عمر سن بلوغت میں پھنچنے کی عمر مانی جاتی ھے۔ ویسے علامتوں کی بنیاد پر اس مرض کی تشخیص کبھی بھی کی جا سکتی ھے۔

ایک خطرناک ذہنی مرض

بائی پولر ڈِس آرڈر

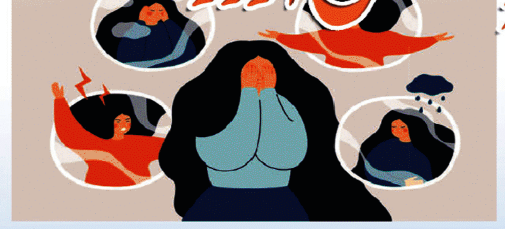

عام طور پر جن امراض کو خطرناک سمجھا جاتا ہے، ان سے بھی زیادہ خطرناک امراض سے لوگوں کی واقفیت نہیں ہوتی اور انجانے میں عادت واطوار کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ صورت حال تب زیادہ سنگین ہو جاتی ہے جب وہ مرض بظاہر اتنا خطرناک نہیں ہوتا مگر دوسرے امراض کو جسم سے لاحق کرنے کی وجہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح کے امراض میں بائی پولر ڈِس آرڈر کو شامل کرنا غلط نہ ہوگا۔ یہ ایک ذہنی مرض ہے۔ اس میں مریض کی حالت آسانی سے سمجھ میں نہیں آتی۔ کبھی وہ خوش نظر آتا ہے، کبھی مایوس اور کبھی بے حد جذباتی۔ اسے ہی اردو میں دو قطبی عارضہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس میں مبتلا شخص ایک حد سے زیادہ جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً: پچھلی باتوں پر خواہ مخواہ کا پچھتاوا کرنا اور کبھی موڈ میں آ کر بہت زیادہ خریداری کرنا۔ اتنی خریداری کہ حیرت ہونے لگے مگر اس سے گھبرانے کی نہیں، بلکہ کسی بھی مرض سے گھبرانے کی نہیں، اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ چھوٹا مرض بھی زیادہ خطرناک تب ہوتا ہے جب وہ سمجھ میں نہ آئے اور بڑے امراض کی سنگینی بھی کسی حد تک اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب وہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں فاروق احمد انصاری نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ 'دنیا میں بڑی بڑی مشہور شخصیات ایسی ہیں جو بائی پولر ڈِس آرڈر کا شکار ہونے کے باوجود اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بخوبی استعمال کرتی رہی ہیں اور ان کا یہ رویہ ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ ان شخصیات میں ابراہم لنکن، نیوٹن، فلورنس نائی ٹینگل، باکسر مائیک ٹائی سن، اداکار میل گبسن، مرلن منرو اور کیتھرین زیٹا جونز شامل ہیں۔' بڑی شخصیتیں طبی معائنہ کراتی رہتی ہیں تو انہیں اس کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے جبکہ بہت سے لوگوں کو یہ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ وہ بائی پولر ڈِس آرڈر میں مبتلا ہیں۔ انٹرنیشنل سوسائٹی آف بائی پولر ڈِس آرڈر کی رپورٹ کے حوالے سے آنے والی خبر کے مطابق، دنیا بھر میں 24 فیصد لوگ بائی پولر ڈِس آرڈر میں مبتلا ہیں۔ ایک ماہر نفسیات نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ 'ہمارے ہاں ذہنی امراض کو ایک معاشرتی دھبے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے ہمارے ہاں لوگوں کی اکثریت ایسی بیماریوں کو چھپاتی ہے جو ایک بہت بڑا معاشرتی المیہ ہے، لہٰذا ایسے افراد کو ناکارہ مت سمجھیں اور ان کو زندگی سے الگ مت کریں۔ ان کے ساتھ تعاون کریں، صبر اور حوصلے کا دامن مت چھوڑیں۔' یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ بائی پولر ڈِس آرڈر کا خطرہ 70 سے 90 فیصد معاملوں میں جینیاتی طور پر ہوتا ہے۔ غلط ماحول میں رہنے کی وجہ سے بھی اس میں مبتلا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ بچپن میں استحصال ہونے اور تناؤ کے ماحول میں مسلسل رہنے سے بائی پولر ڈِس آرڈر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کا پتہ کرنے کی صحیح عمر سن بلوغت میں پہنچنے کی عمر مانی جاتی ہے۔ ویسے علامتوں کی بنیاد پر اس مرض کی تشخیص کبھی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس مرض سے محفوظ رہنے یا اگر مرض ہو چکا ہے تو اس کے منفی اثرات سے محفوظ رہنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ تناؤ سے بچا جائے، ان پرانی یادوں سے بچا جائے جن میں تلخیوں کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ بائی پولر ڈِس آرڈر کی ایک ہی قسم نہیں۔ اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسئلوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اکثر رشتوں کو خراب کرنے کی وجہ بنتا ہے اور کئی بار مریض کو خودکشی پر مجبور کر دیتا ہے۔ ■